اُمِ عبدِ مُنیب

مشربہ علم و حکمت
ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور رفاہی کام

اُمِ عبدِ مُنیب

مشربہ علم و حکمت

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

0321-4609092

نام کتاب ———— اسلام اور رفاہی کام

اہتمام ———— محمد عبد منیب

ناشر ———— مشربہ علم وحکمت

قیمت ———— 35:00

ناشر: مشربہ علم وحکمت (دار الشکر)

ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0321-4609092 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: دار الکتب السلفیہ

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37361505

☆ البلاغ Shop #: 4-LG لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ۔ لاہور

فون: 0300-8880450042-5717843

☆ اسلام آباد مکان نمبر 264 گلی نمبر 90 سیکٹر i-8/4 اسلام آباد۔

فون: 0300-5148847

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رفاہی کام سے مراد

کسی شخص کی ذاتی ضرورت کے وقت اس کا کام کر دینا یا معاشرے کی اجتماعی ضرورتوں اور سہولتوں کو فراہم کرنے کی کوشش کرنا، چاہے وہ کوشش مال کے ذریعے ہو، چاہے خدمت اور محنت کے ذریعے، چاہے معاشرے کو اس کی ضرورتوں اور سہولتوں کے شعور کو عام کرنے کے لیے معلوماتی تحریریں فراہم کی جائیں، ان سب کا نام رفاہی کام ہے جسے خدمتِ خلق بھی کہا جاتا ہے۔

انسان مدنیت کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا، اس کے تمام کام اور تمام ضرورتیں معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ وابستہ ہیں لہٰذا ہر فرد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کی ضرورت، سہولت اور آرام پہنچانے کا خیال رکھے۔ ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کے لیے اپنا مال، اپنا وقت اور اپنا آرام صرف کرنے میں فراخ دل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رفاہی کاموں کی ہر معاشرے میں اہمیت تسلیم کی گئی ہے چاہے وہ دین دار معاشرہ ہو چاہے بے دین اور ملحد۔

سابقہ معاشرت میں رفاہی کاموں کا تصور:

قدیم معاشروں میں، دوسروں کی خیر خواہی اور خدمت کرنے کا رواج اور جذبہ

اس قدر عام تھا کہ یوں محسوس ہوتا جیسے ہر شخص اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے جی رہا ہے۔

عرب لوگ اس قدر مہمان نواز تھے کہ ایک مہمان کے لیے قیمتی گھوڑا یا اونٹ تک ذبح کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے میں فخرہ مباہات سے کام لیا جاتا۔ ہر قبیلہ اپنے لیے یہ بات باعثِ فخر سمجھتا کہ اس کے ہاں ہر وقت کھانا پکانے اور کھلانے کا عمل جاری رہتا ہے۔ کمزور لوگوں کی مدد کرنا، بے واؤں، یتیموں، اپاہجوں اور بے سہارا لوگوں کی کفالت کرنا، بیماروں کی دیکھ بھال کرنا، بہت بڑی نیکی سمجھا جاتا۔

ہمارے اپنے معاشرے میں بھی دوسروں کے کام آنے میں دلی خوشی محسوس کی جاتی تھی۔ جو شخص کنوئیں سے پانی لینے آتا وہ گھنٹوں منڈیر پر کھڑے ہو کر گاؤں کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے لائے ہوئے مٹکے بھر دیتا بلکہ ان کے گھروں تک چھوڑنے کے لیے بھی چلا جاتا۔

جو شخص بازار یا دکان سے کوئی اپنی ضرورت کی چیز خریدنے جاتا وہ ساتھ ہی اپنے پاس پڑوس والوں کی ضرورت کی چیزیں بھی خرید کر لے آتا۔

گاؤں کی کسی لڑکی کی شادی پر مہمان کے لیے دودھ، ٹھنڈا پانی، بستر، برتن فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اپنے ہاتھ سے خدمت کرنا ایک عام رواج تھا۔

کسی کے ہاں وفات ہو جاتی تو آنے والوں کے لیے بغیر کہے اہلِ دیہہ ان کے کھانے پینے اور ٹھہرانے کا انتظام کر لیتے۔

کسی مفلس بہن بھائی کو دودھ دیتی بکری، بھینس، گائے یا اونٹنی دے دی جاتی اور جب اس کا دودھ خشک ہوتا تو اس سے واپس لے لی جاتی تاکہ اس شخص کے بچے دودھ سے فائدہ اٹھا سکیں۔

کھلیان سے اناج اٹھانے سے پہلے بستی کے بے سہارا، مفلس اور محتاج لوگوں کا اناج ان کے گھر پہنچا کر پھر اپنا حصہ اپنے گھر لایا جاتا۔

سیلاب، زلزلے، آگ لگ جانے یا اس طرح کے دیگر ہنگامی حادثات کے وقت لوگ اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر جانیں بچانے کی کوشش کرتے، اپنے گھروں میں بے گھر ہونے والوں کو جگہ دیتے۔

طویل راستوں پر مسافروں کے کھانے پینے اور ٹھہرنے کے لیے سرائیں بنوانا، کنویں کھدوانا یا نلکا لگوانا، مسافروں کے ستانے کے لیے راستوں کے کنارے درخت لگانا، علم کے متلاشیوں کے لیے مدرسے بنانا، بے ہنروں کو ہنر سکھا کر انہیں کمانے کے قابل بنانا، بیماروں کے لیے شفا خانے قائم کرنا، کتب خانے کھولنا، بیت الخلا بنوانا، جانوروں کے پانی پینے کے لیے حوض بنوانا، راستوں کو صاف ستھرا رکھنے کا انتظام کرنا، گلیوں میں رات کو روشنی کا انتظام کرنا، معاشرے کا معروف دستور تھا۔

جب کوئی شخص اپنا مکان بنانے یا مرمت کرنے کا کام شروع کرتا تو گاؤں کے تمام لوگ مزدوروں کی طرح باری باری اس شخص کے ساتھ مل کر کام کرنے میں خوشی محسوس کرتے۔

ایک دوسرے کو کلہاڑی، سیڑھی، درانتی، سٹول، نمک، مرچ، پکا ہوا کھانا، دودھ، مکھن، لسّی، توا، پرات وغیرہ استعمال کے لیے دے دینا عام بات تھی۔

غرض تمام کاموں میں لوگ بلا معاوضہ صرف ثواب کی نیت سے، باہمی ہمدردی اور اخوت کے تحت ایک دوسرے کا کام کر کے دلی خوشی محسوس کرتے۔

اسلام میں رفاہی کاموں کا تصور:

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور تمام زمانوں کے لیے دین اسلام کو پسند کیا اور اپنے پہلے نبی آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی ﷺ تک اسی دین کی تبلیغ کے لیے انبیائے کرام کو مبعوث کیا۔

انبیائے کرام قبل از نبوت بھی خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں پورے طور پر مصروف و مشغول رہے اور بعد از نبوت بھی دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ رفاہِ عامہ کے کاموں کے حامل اور موید رہے۔

گو انبیائے کرام کی بعثت کا اصل مقصد توحید کی دعوت، شرک کا قلع قمع، امن و امان کا نفاذ اور فتنہ و فساد کی بیخ کنی، اسلام کی تبلیغ اور کفر و نفاق کی شکست و ریخت تھا

لیکن انہوں نے ان اصل مقاصد کے ساتھ ساتھ رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے کاموں میں بھی ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

نوح علیہ السلام کا طوفان سے قبل تنہا لکڑی کی ایک عظیم کشتی تیار کرنا، موسیٰ علیہ السلام کا خوف کے عالم میں مدین کے درخت کے نیچے بیٹھے بیٹھے کنویں کے قریب کھڑی دو کمزور بچیوں کی بکریوں کو پانی پلانا، یوسف علیہ السلام کا دنیا کو درپیش وسیع اور طویل قحط سالی کے ممکنہ خطرے کی صورت میں لوگوں کے لیے اناج محفوظ کرنے اور اسے عوام تک پہنچانے کی طویل المیعاد منصوبہ سازی کرنا، ہاجرہ علیہا السلام کا زمزم کے پانی کو پینے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دوسرے لوگوں کو دینا، آسیہ زوجہ فرعون علیہا السلام کا نامعلوم اور دریا میں بہتے معصوم بچے کی پرورش کا ذمہ اٹھانا، لوط علیہ السلام کا اپنے شہر میں آنے والے اجنبیوں کو اہلِ شہر کی کمینہ حرکات سے بچانے کی تدبیر سوچنا، ابراہیم علیہ السلام کا ان اجنبی مہمانوں کے لیے فوراً ابھنا ہوا بچھڑا لاکران کی مہمان نوازی کرنا، خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا دو یتیم بچوں کی گرتی ہوئی دیوار کی مرمت بلا معاوضہ کردینا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو ظلم سے بچانے کے لیے حلف الفضول کے معاہدے میں شمولیت اختیار کرنا، آپ کا کمزوروں کے کام آنا، بے روزگاروں کو روزگار دلوانا، مصیبت زدہ کی مدد کرنا، اپنی لختِ جگر کی ضرورت کو نظر انداز کرکے صفہ کے پردیسی اور مفلوک الحال صحابہ کرام کی خوراک و پوشاک کا خیال رکھنا،

انصار کا اتنے بڑے پیمانے پر ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کی آباد کاری کے لیے نصف جائیداد اور نصف مکان و سامان ان کے حوالے کر دینا، عثمان رضی اللہ عنہ کا ظالم یہودی سے کنواں خرید کر مسلم و کافر کی تفریق کے بغیر سب لوگوں کے لیے اس کا پانی وقف کر دینا، دورِ فاروقی میں قحط کے وقت عثمان رضی اللہ عنہ کا چالیس اونٹوں کا غلہ عوام میں تقسیم کرنا، سعد رضی اللہ عنہ کا اپنی والدہ کی طرف سے کنواں کھدوا کر وقف کرنا، یہ سب رفاہِ عامہ کے کام نہیں تو اور کیا ہے؟

یاد رہے کہ کارِ نبوت یعنی دعوتِ توحید خدمتِ خلق یا رفاہِ عامہ کے کاموں کے مقابلہ میں انتہائی بلند اور پاکیزہ کام ہے۔ خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے کام تو اس بلند پایہ کام کا بظاہر ایک معمولی سا حصہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایمان کی ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں جن میں سے افضل شاخ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہے اور اس کی ادنیٰ شاخ رستے سے اذیت دینے والی چیز کا ہٹا دینا ہے اور حیا تو ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔ (بخاری۔ مسلم، کتاب الایمان)

ایمان کے بغیر کوئی نیکی، کوئی عبادت، خدمتِ خلق یا رفاہِ عامہ کا کوئی کام عنداللہ مقبول نہیں اور نہ ہی اس پر اجر ملے گا جب تک ایمان باللہ کے تناور درخت کی جڑیں دل میں پیوست نہ ہوں۔ قرآنِ حکیم میں ہر جگہ پر اہلِ ایمان کے تذکرے کے ساتھ صالح عمل کا ذکر ضرور ہے۔ جیسے:

اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْ الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتٍ......

جو لوگ ایمان لائے اور عملِ صالح کیے ان کے لیے باغات ہیں......

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابنِ جدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا اور مساکین کو کھانا کھلاتا تھا کیا اس کے یہ کام اس کے لیے (روزِ قیامت) نفع بخش ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس لیے کہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ میرے رب مجھے قیامت کے دن بخش دینا۔

(تیسیر الوصول فی احادیث الرسول ج: ۱ ص:۸۸)

ایمان لانے کے بعد جاہلیت کی نیکیاں ضرور فائدہ دیں گی چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (ایمان لانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے جاہلیت میں کچھ کام عبادت سمجھ کر کیے تھے مثلاً صلہ رحمی کرنا، غلام آزاد کرنا، صدقہ دینا، کیا مجھے ان پر اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، جب تم اسلام لے آئے تو اب تمہاری گزشتہ نیکیاں باقی ہیں (یعنی جاہلیت میں کی گئی نیکیوں کا اجر ملتا رہے گا)۔(بخاری، کتاب الادب : ۵۹۹۲۔ مسلم:۳۱۹)

اسلام مسلمان کے ہر جائز کام کو نیکی قرار دیتا ہے لہٰذا رفاہی کام ہوں یا اس کے اپنے ذاتی کام وہ سب اس کے لیے اجر کا باعث ہیں جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے:

"ابنِ آدم کے ہر جوڑ پر ہر صبح صدقہ ہوتا ہے۔ اپنے ملنے والے کو سلام کرنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کر دینا صدقہ ہے اور اپنی بیوی سے مقاربت کرنا صدقہ ہے۔" صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کوئی اپنی احتیاج بیوی سے پوری کرے تو یہ بھی صدقہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص ایسی جگہ اپنی احتیاج پوری کرے جہاں اس کا حق نہیں تو کیا وہ گنہ گار نہیں ہوگا؟ پھر فرمایا: ہر ایک جوڑ کے بدلے میں نماز چاشت کی دو رکعت کافی ہو جاتی ہے۔ (ابو داود: ٥٢٤٣)

اسلام کسی کام پر اجر حاصل کرنے کے لیے چند شرائط عائد کرتا ہے:

(۱) اس کام کو کرنے والا شخص مرد ہو یا عورت مومن ہو، کافر و مشرک اجر سے یقینی طور پر محروم رہے گا۔

(۲) کام صرف اللہ کی رضا اور اس کا حکم سمجھ کر کیا جائے، کسی دوسرے کی خوشنودی حاصل کرنے سے مبرّا ہو۔

(۳) یہ کام جائز اور حلال ہو، اللہ کے منع کردہ امور میں سے نہ ہو۔

(۴) اس کام کو کرنے کے لیے جائز اور حلال ذریعہ اختیار کیا جائے۔

(۵) اس کام سے زیادہ اہم کام کو نظر انداز کر کے یہ کام نہ کیا جائے۔ مثلاً فرض کو ترک کر کے یا نظر انداز کر کے نفل یا مستحب کام میں لگ جانا۔

(٦) اس کام کو کرنے میں فائدے کی بجائے شرعی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔

احادیث میں بعض رفاہی کاموں کا ذکر:

ذیل میں کچھ ایسی احادیث دی جا رہی ہیں جن سے مختلف رفاہی کاموں کی اہمیت، ان کے کرنے کی ترغیب اور اس پر اجر و ثواب بھی بتایا گیا ہے۔

(١) ابو عمرو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دن کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر تھے۔ اتنے میں آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن تھے، اون کی چادریں یا دھاری دار کمبل اوڑھے ہوئے، ان کی اکثریت قبیلہ مصر میں سے تھی بلکہ سبھی مضر میں سے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فاقہ زدگی کا مشاہدہ کیا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے پھر باہر آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انہوں نے اذان دی۔ پھر جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے تکبیر کہی اور نماز پڑھائی۔ پھر لوگوں سے خطاب فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. (النساء: ١)

”لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا، اس سے اس

کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو، اور قطع رحمی سے بچو، بے شک اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (الحشر : ١٨)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔"

تلاوت کی ۔ پھر فرمایا: ہر آدمی کو چاہیے کہ صدقہ کرے اپنے دینار و درہم کا، اپنے کپڑے کا، گندم کے صاع کا، کھجور کے صاع کا، حتیٰ کہ فرمایا: چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ چنانچہ انصار میں سے ایک آدمی ایک تھیلی لے کر آیا (جو اتنی بھاری تھی کہ) وہ تھیلی کو اٹھانے سے عاجز آ رہا تھا پھر لوگ پے در پے آتے رہے یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر دیکھے، ایک خوراک کے سامان کا اور دوسرا کپڑوں کا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ کا چہرہ مبارک اس طرح چمک رہا تھا گویا سونے کا ٹکڑا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا اپنا اجر اور ان

تمام لوگوں کا اجر ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے اجروں میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس پر اس کے اپنے گناہ کا بوجھ اور ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اس پر اس کے بعد عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں کے بوجھ میں کوئی کمی کی جائے۔(مسلم: ١٠١٧)

(٢) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے اس پر عمل کرے اور پوری خوش دلی سے اس کو پورا پورا (مال) دے جس کی بابت اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا۔(بخاری: ١٤٣٨۔ مسلم: ١٠٢٣)

(٣) ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے کہا: کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اپنے مالکوں کے نزدیک زیادہ قیمتی اور عمدہ ہو۔ میں نے کہا: اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو؟ فرمایا: کسی کاری گر کی مدد کردو یا بے ہنر کا کام کردو۔ میں نے عرض کیا: اگر میں یہ عمل نہ کرسکوں تو؟ فرمایا: لوگوں کو اپنے شر سے بچا کر رکھو، یہ بھی تمہارا اپنے نفس پر صدقہ ہے۔(بخاری: ٢٥١٨۔ مسلم: ٨٤۔ ابو عوانہ: ١/٦٢۔ ابنِ ماجہ: ٢٥٢٣۔ احمد: ٥/١٥٠)

(۴) سُفیان بن عُیینہ ، ابن منکدر سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مومن کو خوش کر دینا، اس کا قرض اتار دینا، اس کی ضرورت کو پورا کر دینا، اس کی مصیبت دور کر دینا، یہ تمام کام افضل اعمال میں سے ہیں۔ سفیان کہتے ہیں ابن منکدر سے کہا گیا: کوئی اور چیز ایسی باقی رہ گئی ہے جو لذیذ ہو تو انہوں نے کہا: بھائیوں پر ایثار کرنا۔(السلسلة الاحاديث الصحيحه: ۲۲۹۱۔ شعب الايمان للبيهقى : ٧٦٧٩)

(۵) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے، دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دینا بھی صدقہ ہے اور کسی کی اتنی مدد کر دینا کہ اسے سواری پر سوار کر دیا یا اس کا مال لدوا دیا تو یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، اور ہر وہ قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور رستے سے اذیت دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔(مسلم، كتاب الزكاة: ٢٣٣٤)

(٦) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی درخت اگائے یا کھیتی باڑی کرے اور اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا کوئی چوپایہ کھالے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہی ہوتا ہے۔(بخاری: ۲۳۲۰۔ مسلم:۱۵۵۳۔ احمد: ۱۱۴۷/۳)

(۷) جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے

اور اس سے جو بھی کھایا جاتا ہے اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے چوری کیا جائے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے درندے کھا جائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے اور جو پرندے کھائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے اس کے علاوہ جو بھی اس کھیتی میں کسی طرح کمی کرتا ہے، قیامت کے روز اس شخص کے لیے صدقہ ہوگا۔(مسلم: ۱۵۵۲۔ احمد: ۳۹۱/۱۔ ابو یعلیٰ: ۲۲۱۳۔ احادیثِ صحیحہ اردو: ۱۲۸۱)

(۸) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بنجر زمین آباد کی اسے اجر ملے گا اور روزی کے متلاشی وہاں سے جو کچھ کھائیں گے اس کے بدلے میں اسے اجر ملے گا۔(سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۱۶۶۱۔ احمد: ۳۱۲/۳۔ النسائی الکبریٰ: ۵۷۵۶۔ ابنِ حبان: ۵۲۰۳)

(۹) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے یا کسی دوسرے آدمی کے یتیم بچے کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اسے غنی کر دیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔(سلسلة الاحاديث الصحيحه: ۱۹۸۸۔ طبرانی فی الاوسط۔ ۵۳۴۱۔ ابن المبارك فی الزهد: ۵۷۵۔ احمد: ۳۴۴/٤ عن عمرو بن مالك)

(۱۰) نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان سب آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے اور دوستی رکھنے اور مہربانی برتنے

میں ایک جسم کی طرح ہیں جب جسم میں کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے اعضا کو چین نہیں آتا اور بخار چڑھ جاتا ہے۔(بخاری ، کتاب الادب)

(۱۱) جو شخص بے واؤں اور محتاجوں کی کفالت کے لیے کوشش کرے اس کا ثواب اتنا ہے جیسے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے یا رات بھر نماز پڑھے یا دن بھر روزہ رکھے۔(بخاری، کتاب الادب)

(۱۲) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے۔لوگوں نے کہا: اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور خیرات بھی کرے۔ لوگوں نے کہا: اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ فرمایا: اچھی بات کا حکم دے۔لوگوں نے کہا: اگر یہ بھی نہ کرے؟ آپ نے فرمایا: پس برائی سے بچا رہے یہی اس کے لیے صدقہ ہے۔(بخاری: ۱۴۴۵۔ مسلم: ۱۰۰۸)

(۱۳) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا، اس سے پناہ مانگی اور منہ پھیر لیا، پھر دوزخ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی۔ پھر فرمایا: تم دوزخ سے بچو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (صدقہ میں) دے کر۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو نرم اور اچھی بات ہی کہہ کر بچو۔(بخاری، کتاب الادب: ۶۰۲۳۔ مسلم: ۱۰۱۶)

(۱۴) ایک شخص راستہ چل رہا تھا۔اس نے راستے میں ایک کانٹے دار شاخ دیکھی تو اسے ہٹا کر ایک طرف کر دیا (تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو) اللہ نے اس کے عمل کی قدر افزائی کی اور اس کو بخش دیا۔(بخاری: ٦٥٢۔ مسلم: ١٩١٤)

(۱۵) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس خصلتیں ہیں، ان میں سے سب سے اعلیٰ خصلت کسی کو دودھ پینے کے لیے بکری دے دینا ہے جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک خصلت پر ثواب کی امید سے اور اللہ کی طرف سے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے عمل کرتا ہے تو اللہ اسے جنت میں ضرور داخل فرماتا ہے۔(بخاری: ٢٦٣١)

(۱٦) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص راستے میں جا رہا تھا۔اس کو سخت پیاس لگی پھر وہ ایک کنوئیں پر پہنچا۔اس میں اترا اور پانی پیا۔جب پانی پی کر باہر نکلا تو اس نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔اس نے دل میں کہا: اس کتے کو بھی پیاس سے ویسی ہی تکلیف ہوگی جیسی مجھ پر گزر چکی ہے۔وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر منہ سے اس کو تھام کر باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے کام کی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمیں جانوروں پر رحم کرنے کا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہر تازہ کلیجے

والے (مراد جانور) پر رحم کرنے میں ثواب ملے گا۔ (بخاری، کتاب الادب)

(۱۷) جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔

(بخاری: ۲۳٦۳۔ مسلم: ۲۲٤٤)

(۱۸) میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا روزِ قیامت اس طرح ہوں گے (پھر آپ نے درمیان کی دو انگلیوں کو ملایا)۔ (بخاری، کتاب الادب)

(۱۹) ابو رقیہ تمیم بن اوس داری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی (کا نام) ہے۔ ہم نے پوچھا! کس کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔ (مسلم، کتاب الایمان: ٥٥)

(۲۰) جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی نماز ادا کرنے پر، زکاۃ ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر۔ (بخاری، کتاب الایمان: ٥٧۔ مسلم، کتاب الایمان: ٥٦)

(۲۱) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی تب تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، کتاب الایمان: ۱۳۔ مسلم: ٤٥)

(۲۲) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم

راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے لیے ان مجلسوں کے بغیر چارہ نہیں، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے وہاں ضرور بیٹھنا ہی ہے تو تم راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا: راستے کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نگاہوں کو پست رکھنا، تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا۔

(بخاری: ٢٤٦٥۔ مسلم: ٢١٢١)

(٢٣) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر زیادتی کرتا ہے، نہ اسے (بے یار و مددگار چھوڑ کر دشمن کے) سپرد کرتا ہے۔ جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، جو کسی مسلمان کی کوئی پریشانی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی (بڑی) پریشانی دور کر دے گا اور جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

(بخاری، کتاب المظالم: ٢٤٤٢۔ مسلم: ٢٥٨٠)

(٢٤) ابو عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع کیا۔ آپ ؐ نے ہمیں حکم دیا: مریض کی بیمار پرسی کرنے کا، جنازوں کے پیچھے چلنے (یعنی جنازہ پڑھنے) کا، چھینک کا

جواب دینے کا، قسم اٹھانے والے کی قسم پوری کرنے کا، مظلوم کی مدد کرنے کا اور السلام علیکم کو عام کرنے کا اور ہمیں منع کیا: سونے کی انگوٹھی پہننے سے، چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے، سرخ ریشمی گدوں کے استعمال سے، اور قسّی (ریشم اور سوت سے ملے ہوئے کپڑے) پہننے سے، حریر، استبرق اور دیباج کے استعمال سے۔

ایک روایت میں پہلی سات باتوں میں گم شدہ چیز کی تشہیر کرنے (مالک تک پہنچانے) کا حکم بھی شامل ہے۔(بخاری: ۱۲۳۹۔ مسلم: ۲۰٦٦)

(۲۵) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے ''اے اللہ خرچ کرنے والوں کو اس کا بدل عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روک کر رکھنے والے (کے مال) کو ضائع کردے۔(بخاری: ۱٤٤۲۔ مسلم: ۱۰۱۰)

(۲٦) ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق دی۔دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت و علم سے نوازا پس وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔(بخاری: ۷۳۔مسلم: ۸۱٦)

(۲۷) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر کو گھمانے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس فالتو سواری ہو اس کو چاہیے کہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ ہو تو اسے دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو۔ اس طرح آپ نے مختلف قسم کے مالوں کا ذکر کیا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی شخص کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم: ۱۷۲۸، کتاب اللقطه)

(۲۸) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اشعری حضرات جب جہاد (کے سفر) میں زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے یا مدینے میں (حالتِ قیام میں) ان کے اہل و عیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے سب ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر اس کو ایک برتن میں مساوی طور پر آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں پس یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔

(بخاری، کتاب الشرکة: ۲٤٨٦۔ مسلم، کتاب الفضائل: ۲٥۰۰)

(۲۹) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کی باندیوں میں سے ایک باندی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی (اور اپنی ضرورت کے مطابق) جہاں چاہتی آپ کو

لے جاتی۔(بخاری: ٦٠٧٢)

(۳۰) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران چلتے ہوئے پیچھے رہتے، کمزوروں کو اپنے ساتھ ساتھ چلاتے اور انہیں پیچھے سواری پر سوار کر لیتے اور صحابہ کے لیے دعا کرتے۔(سلسلة الاحاديث الصحيحه: ٢١٢۔ سنن ابو داؤد: ٢٦٣٩)

(۳۱) سیدنا زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں تیار کیا (یعنی اسے جہاد کا ساز و ساماں دیا) اسے (اس غازی کے ثواب) جتنا اجر ملے گا اور جس نے کسی مجاہد کی اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ جانشینی کی یا اس کے اہل و عیال پر خرچ کیا تو اسے بھی (مجاہد کے اجر جتنا) ثواب ملے گا۔''

(بخاری: ٢٨٤٣۔ مسلم: ١٨٩٥۔ ابو داؤد: ٢٥٠٩۔ ترمذی: ١٦٢٨۔ سلسله احاديثِ صحيحه اردو: ٢١٤٤)

(۳۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون سے لوگ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں اور کون سے اعمال اللہ کو زیادہ پسند ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوں اور اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ یہ کام ہیں: مسلمان کا اپنے بھائی کو خوش کرنا، اس

سے تکلیف دور کرنا، اس کا قرضہ ادا کر دینا اور اسے کھانا کھلانا، مجھے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلنا، اس مسجدِ نبوی میں ایک ماہ تک اعتکاف کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ جس نے اپنے غصے کو روک لیا اللہ اس کی خامیوں پر پردہ ڈالے گا جو آدمی اپنا غصہ ظاہر کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود اسے پی گیا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے دل کو امیدوں سے بھر دے گا۔ جو اپنے بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے چلا اللہ تعالیٰ اس کو اس دن ثابت قدم رکھے گا جس دن قدم ڈگمگا جائیں گے اور بدخلقی اعمال کو ایسے تباہ کرتی ہے جس طرح سرکہ شہد میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔

(سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٩٠٦)

رفاہی کاموں میں شامل امور:

ہر وہ کام جو کسی دوسرے کے لیے درج ذیل صورتوں میں کیا جائے:

☆ کسی کو جسمانی تکلیف پہنچنے پر اس کی جانی و مالی مدد کرنا

☆ کسی کو مالی مشکل پیش آنے پر

☆ کسی کے پاس کوئی استعمال کی چیز نہ ہو تو

☆ کسی کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں ہر طرح کی مدد

☆ کسی کے علاج پر خرچ کرنا

☆ لوگوں کے لیے ان کی اجتماعی سہولتوں کا انتظام کرنا۔

جب کہ مزید تفصیل اس طرح ہے:

☆ پیشہ ورانہ تعلیم کے لیے ادارے قائم کرنا

☆ پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے والوں کی مدد کرنا

☆ لکھنے پڑھنے اور کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا

☆ مریضوں کی تیمارداری کرنا

☆ مریضوں کا علاج کرنا

☆ ہسپتال اور شفا خانے کھولنا

☆ اپاہج لوگوں کے کام آنا اور ان کا علاج کرنا

☆ بے سہارا افراد کی کفالت کرنا

☆ کسی کا مالی نقصان ہو جانے پر اس کی مدد کرنا

☆ آگ لگ جانے کی صورت میں لوگوں کی جانیں اور مال بچانے کی کوشش کرنا۔

☆ سڑک پر ہونے والے حادثات میں متاثرین اور زخمیوں کی مدد کرنا

☆ ڈوبتے ہوئے مال یا جانوں کو بچانا

☆ بجلی کا کرنٹ لگنے، یا کام کرتے ہوئے کسی مشین سے جسمانی نقصان پہنچنے پر

مدد کرنا

☆ یتیم بچوں کی کفالت، علاج اور تعلیم کا انتظام کرنا

☆ بے گھر افراد کو گھر مہیا کرنا

☆ بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنا

☆ مسافروں کی ہر طرح مدد کرنا

☆ مانگنے والوں کو دینا

☆ بیماریوں کی روک تھام کے لیے حفاظتی اقدامات کرنا

☆ سڑکیں اور گلیاں بنانا

☆ شہروں اور پارکوں کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے کام کرنا

☆ پانی کی نکاسی کا انتظام درست کرنا

☆ بھوکوں کو کھانا کھلانا

☆ محتاج لوگوں کو لباس مہیا کرنا

☆ ناواقف لوگوں کو راستہ بتانا

☆ انجان لوگوں کی دفتری کاموں میں راہنمائی کرنا یا ان کا کام کروا دینا

☆ اپاہج، معذور افراد کو سڑک پار کرا دینا یا انہیں ان کے گھر پہنچا دینا

☆ جن علاقوں میں پانی کا انتظام نہیں وہاں پانی پہنچانے کا انتظام کرنا

☆ سرائیں بنوانا

☆ کتب خانے قائم کرنا

☆ طبی، شہری اور دیگر ضروری معلومات لوگوں تک پہنچانے کے لیے تحریری کام کرنا اور اس کام کو لوگوں تک پہنچانا

☆ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا

☆ بچوں کو سیر و تفریح کروانا اور انہیں اچھی باتیں بتانا سکھانا

☆ ان پڑھ بالغوں کی تعلیم کا انتظام کرنا

☆ خواتین کے لیے دستکاری مراکز قائم کرنا

☆ لوگوں تک ان کی ضرورت کی چیزیں پہنچانا

☆ پیدل چلنے والوں کو اپنی سواری پر سوار کر لینا

☆ جھوٹے مقدمات میں پھنس جانے والوں کی مدد کرنا

☆ والدین یا گھر سے بچھڑ جانے والے بچوں کی اور دیگر افراد کو ان کے گھر پہنچانے کی کوشش کرنا

☆ موذی کیڑوں کو ختم کرنے کی مہم چلانا

☆ بجلی سوئی گیس وغیرہ ضروریات لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرنا

☆ فوت ہو جانے والوں کی تجہیز و تکفین کرنا

☆ قبرستان بنانا

☆ آبادیوں میں تفریح گاہیں، اسکول، بازار اور ہسپتال وغیرہ بنانا

☆ گم شدہ چیز اس کے مالک تک پہنچانا

☆ رشتہ کرنے میں کسی کی مدد کرنا

☆ ملازمت دلانے کے لیے معاونت کرنا

یاد رہے کہ اسلام میں دینی اور رفاہی امور کی تقسیم نہیں کی گئی جیسا کہ درج بالا احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے لیکن دورِ حاضر کا سرمایہ دارانہ اور ملحدانہ نظامِ فکر دینی امور کو رفاہی کاموں سے الگ کرتا ہے بلکہ رفاہی ادارے اور رفاہی کام کی اصطلاح بھی دورِ حاضر کے بے دین مکتبِ فکر کے لوگوں نے وضع کی ہے۔ رفاہی کاموں کی اس فہرست میں ان کاموں کو شامل نہیں کیا گیا جنہیں دینی کام کہا جاتا ہے اور وہ خالص عبادت سمجھے جاتے ہیں مثلاً

☆ جہاد اور جہاد کی تمام ضرورتوں پر اٹھنے والے اخراجات اور ان میں جسمانی اور تحریری مدد

☆ دین کی تبلیغ و دعوت اور اس میں مشغول افراد اور ادارے، طلبا، اساتذہ وغیرہ

☆ مساجد کا قیام

☆ دینی مدارس کا قیام

☆ قرآن حکیم کی طباعت اور اس کے تراجم کی اشاعت

☆ غلام آزاد کرنا

رفاہی کاموں پر مال خرچ کرنا:

اسلام نے مال کمانے کے لیے یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ حلال ذریعے سے کمایا جائے یا حاصل ہوا ہو، اگر حرام ذریعے سے مال کمایا یا ناجائز ذریعے سے حاصل کیا تو پھر جہاں بھی خرچ کیا جائے، اجر نہیں ملے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مال خرچ کرنا چونکہ عبادات میں سے ہے اس لیے اس میں بھی فرض اور مستحب دونوں صورتیں موجود ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کھجور کے برابر صدقہ کرے پاکیزہ کمائی سے اور اللہ صرف پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتا ہے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ پھر اس کو بڑھاتا ہے صدقہ کرنے والے کے لیے جیسا کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ ہو جاتا ہے پہاڑ کی مانند۔ (بخاری: ۱۴۰۰)

ا۔ فرض:

زکاۃ، فطرانہ، قربانی کی کھالیں۔

زکاۃ:

اسلام کے ان پانچ امور میں سے ہے جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اللہ نے قیامِ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ کئی جگہ پر ادائے زکاۃ کا بھی حکم دیا ہے۔ زکاۃ اسی طرح فرض عبادت ہے جس طرح نماز، روزہ اور حج جس طرح نماز کو سنت کے طریقے کے مطابق ادا کرنا اور اس کی شرائط کا خیال رکھنا لازم ہے اسی طرح زکاۃ کا مال، شرحِ نصاب اور اس کے خرچ کرنے کی جگہیں ان سب کے لیے شریعت کی مطابقت کا خیال رکھنا لازم ہے۔ زکاۃ کے مصارف بھی ربّ کریم نے خود بتا دیئے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِيْنَ وَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (التوبہ: ٦٠)

”صدقات (زکاۃ) تو صرف فقرا اور مساکین کے لیے ہیں اور ان کے لیے جو زکاۃ جمع کرنے پر مامور ہوں، جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو، نیز یہ گردنوں کو چھڑوانے اور مقروض کی مدد کرنے اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کے لیے یہ اللہ کی طرف سے عائد کیا ہوا فریضہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔“

زکاۃ کے ان آٹھ مصارف میں کوئی شخص اپنی مرضی سے کمی بیشی یا تبدیلی نہیں

کر سکتا۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی زید بن حارث صدائی آئے اور زکاۃ میں سے کچھ لینے کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے مصارف کو کسی نبی کے حکم پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کی تفصیل بذاتِ خود نازل فرمائی اور اس کو آٹھ مصارف میں بانٹ دیا اگر تو ان آٹھ مصارف میں سے کسی ایک میں ہے تو پھر تو تجھے دے دیتا ہوں (ورنہ نہیں)۔''

(سنن ابی داؤد: ۱۶۳۰)

اللہ کے اس حکم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رفاہی کاموں کی تفصیل پر غور کریں اور دیکھیں کہ کون سے امور ایسے ہیں جو ان آٹھ مدات میں شامل ہیں اور کون سے امور ان میں شامل نہیں۔

بعض لوگ تمام رفاہی کاموں پر زکاۃ خرچ کرنا جائز سمجھتے ہیں حالاں کہ اسلام نے یہ اجازت نہیں دی ہے۔ زکاۃ فرض عبادت ہے لہٰذا اسے قرآن حکیم اور احادیث کی رُو سے واضح ہونے والی جگہوں پر ہی صرف کیا جائے گا۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے کتابچہ، زکاۃ کے حق دار کون؟)

قربانی کی کھالیں:

قربانی کی کھالوں کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکاۃ کے ہیں کیوں کہ یہ بھی ایک فرض انفاق ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قربانی کی کھال بیچ کر نہ تو قیمت استعمال

کر سکتے ہیں اور نہ اسے قصائی کی اجرت کے طور پر دے سکتے ہیں۔ اس کی قیمت مصارفِ زکاۃ ہی میں سے کسی پر صرف کی جائے گی۔ (نیل الاوطار: ۵/۱۲۶۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: قربانی کے احکام، مطبوعہ مشربہ علم وحکمت)

فطرانہ:

رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ کے لیے فرمایا:

طُعْمة للمساكين (یہ مسکینوں کے لیے کھانا ہے)۔

(ابنِ ماجہ: ۱۸۰۷۔ حدیث حسن از ارواء الغلیل: ۸۴۳)

امام ابنِ قیم لکھتے ہیں: نبی ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ مساکین کو خاص طور پر یہ صدقہ دیتے تھے اسے مستحقین کی ان آٹھ اقسام پر تقسیم نہیں کرتے تھے (جن پر زکاۃ تقسیم کی جاتی ہے) اور نہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے نہ اس پر کسی صحابی یا بعد والے تابعی نے عمل کیا ہے۔

امام ابنِ قیم کا یہ قول بھی ہے کہ مساکین کے علاوہ کسی اور کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں ہے۔ (زادالمعاد بحوالہ عبادات میں بدعات، ص:۲۱۲)

علامہ البانی کی بھی یہی رائے ہے۔ (فقہ الحدیث)

رفاہی کاموں میں سے صرف مساکین ہی پر فطرانہ خرچ کیا جائے گا باقی تمام امور پر فطرانہ صرف نہیں کیا جا سکتا۔

خرچ کرنے کی نفل یا مستحب صورتیں:

زکاۃ، فطرانہ، قربانی کی کھالوں کے علاوہ باقی خرچ کرنے کی تمام صورتیں نفل اور مستحب کہلاتی ہیں، مسلمان جہاں چاہے اپنی مرضی سے خرچ کر سکتا ہے۔ خرچ کرنے کی ان صورتوں کو عطیہ کہا جائے یا تعاون، صدقہ کہا جائے یا خیرات، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یاد رہے کہ زکاۃ، فطرانے، قربانی کی کھالوں کو خرچ کرنے کی جگہوں پر بھی عطیات، تعاون اور خیرات وغیرہ کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔ گویا فرضی صدقات (زکاۃ، فطرانہ، کھالیں، منت کا صدقہ) تو محدود اور متعین جگہوں کے لیے ہیں لیکن مستحب اور نفلی صدقات وعطیات بغیر کسی حدود اور تعین کے ہر نیکی کے کام پر خرچ کیے جا سکتے ہیں۔

ایک غلط فہمی، ایک اعتراض:

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر زکاۃ، قربانی کی کھالیں اور فطرانہ ان مخصوص جگہوں پر خرچ کیا جائے جن کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے تو پھر لوگوں کی دیگر تمام ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی؟ مثلاً بچوں کی دنیوی تعلیم، بیماروں کا علاج، ہسپتالوں اور اسکولوں کا قیام، حادثات میں امداد دینا، بے گھر افراد کو گھر مہیا کرنا، شہروں اور پارکوں کی صفائی، پانی کی نکاسی کا انتظام، سڑکیں اور گلیاں بنانا،

کتب خانے قائم کرنا، مردوں کی تجہیز و تکفین، قبرستان بنانا وغیرہ۔

اس اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ لوگ شرعی لحاظ سے جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اس میں سے صرف زکاۃ، فطرانہ اور قربانی کی کھالوں ہی سے واقف ہیں۔ انہیں یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تین انفاق فرض قرار دیئے ہیں جب کہ نفل انفاق کے لیے کوئی حد ہے ہی نہیں۔ صحابہ کرام نے جب سوال کیا کہ وہ کیا خرچ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

قُلِ الْعَفْو. (البقرہ: ۲۱۸)

ان سے کہہ دیجیے کہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد ہو۔

اس آیت کی تشریح درج ذیل حدیث سے ثابت ہوتی ہے:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر کو گھمانے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس فالتو سواری ہو اس کو چاہیے کہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ ہو تو اسے دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو، اس طرح آپ نے مختلف قسم کے مالوں کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی شخص کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم، کتاب اللقطہ: ۱۷۲۸)

صحابہ کرام جو قرآن حکیم کے احکامات اور اللہ کی رضا کو ہم سے زیادہ اور بخوبی سمجھتے تھے انہوں نے اس حکم پر جس طرح عمل کیا اس سے پتا چلتا ہی کہ "زائد از ضرورت" اشیاء کیا ہیں؟

☆ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک پر اپنے گھر کا سارا ساز وسامان لے آئے۔ کیوں کہ ان کے خیال میں یہ سب کچھ زائد از ضرورت تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے استفسار پر عرض کیا کہ گھر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھوڑ آیا ہوں کہ یہی گھر بھر کی حقیقی ضرورت تھی۔

☆ عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر گھر کا آدھا سامان لے آئے۔

☆ عثمان رضی اللہ عنہ نے تین ہزار مجاہدین کے تمام اخراجات سمیت سواری کے اخراجات کے اپنے ذمے لیے۔ گویا اس قدر مال ان کے پاس زائد از ضرورت تھا۔

☆ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ایک مہمان کو اپنے گھر لائے۔ گھر والوں سے پوچھا کھانے کو کچھ ہے؟ پتا چلا کہ صرف ایک آدمی کے لیے کھانا موجود ہے۔ انہوں نے بچوں کو بھوکے ہی سلا دیا اور خود مہمان کے ساتھ بیٹھ کر جب کھانے لگے تو چراغ درست کرنے کے بہانے بجھا دیا تا کہ وہ یہ سمجھے کہ میزبان بھی کھانا کھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسَه فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.(الحشر:۹)

''اور وہ ان ضرورت مندوں کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں اور جو شخص حرصِ نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔''

☆ ابومسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص بازار جاتا اور وہاں بوجھ اٹھا کر، مزدوری کر کے ایک ایک صاع اناج کماتا (اور اسے صدقہ کردیتا)۔(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوالنار ولو بشقِ تمرةٍ)

گویا صحابہ کرام کے خیال میں صدقہ کرنے یا دوسروں کی ضرورتوں پر خرچ کرنے کے لیے یہ بھی ضروری نہیں تھا۔ان کے پاس کچھ مال ہو بلکہ وہ مال نہ ہونے کی صورت میں محنت مزدوری صرف اس لیے کرتے کہ وہ فی سبیل اللہ خرچ کرسکیں گے۔

☆ جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِه عَلِیْمٌ.(آلِ عمران: ۹۲)

''تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ (اللہ کی راہ میں) اپنی وہ چیز خرچ نہ کرو

جسے تم محبوب رکھتے ہو۔" تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرا باغ (بئرِ حاد) بہت پسند ہے، میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھلائی عطا کرے اور اپنے پاس اسے میرے لیے ذخیرہ کرے۔ اب آپ اسے جیسے چاہیں تقسیم فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: واہ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، واہ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ تم نے جو کچھ کہا میں نے اسے سن لیا اس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ پھر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری، کتاب التفسیر: ١٤٦ـ مسلم: ٩٩٨)

انسان کی ضرورت بہت محدود ہے جس کا ذکر درج ذیل حدیث میں ہے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابنِ آدم کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں، ایک گھر جس میں اس کی رہائش ہو، کپڑا جس سے وہ اپنا ستر چھپا لے۔ بغیر سالن کے (یا موٹی) روٹی اور پانی۔ (ترمذی، ابواب الزھد: ٢٣٤١ـ مستدرك حاكم: ٣١٢/٤ـ رياض الصالحين: ٤٨٢)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے نہ تو پر تکلف گھر بنائے، نہ ہی دو تین کپڑوں سے زائد لباس بنایا اور نہ ہی ایک ایک وقت میں تین چار کھانے پکائے بلکہ کچھ

تکلف کیا۔

دورِ حاضر میں ہم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہر تقریب اور ہر موسم کے لیے چار پانچ قیمتی اور پر تکلف لباس بھی فی آدمی بنالیں۔ بازار میں آنے والی ہر نئی چیز مہنگی ہو یا سستی، ضرورت ہو یا نہ ہو وہ بھی خریدلیں، ہر سال فرنیچر، قالین اور پردے بھی تبدیل کرلیا کریں۔ کروڑوں روپیہ مکانوں کی تعمیر پر بھی خرچ کرلیں، ہر سال مکان کے رنگ وروغن کو بھی لاکھوں روپیہ لگا کر تبدیل کیا کریں، بچوں کو چھ چھ ہزار ماہانہ فیس ادا کرکے انہیں دنیوی تعلیم بھی بیس پچیس سال تک دلاتے رہیں، ان کی شادیوں پر بھی لاکھوں روپیہ خرچ کریں، ہر سال بلکہ ہر ماہ انڈیا، دبئ، امریکہ یا پھر مری وغیرہ کی سیر وتفریح بھی کرلیا کریں، ایک وقت چار پانچ مہنگے اور مشکل سے تیار ہونے والے کھانے بھی پکا کھالیا کریں۔ اس کے بعد جو کچھ مال جمع کر رکھا ہے اس میں سے مارے بندھے زکاۃ نکال کر یہ سمجھ لیں کہ ہم نے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حق ادا کر دیا یا پھر ملازموں اور مانگنے والوں کو بچا کھچا کھانا، ناپسندیدہ نظروں سے اترے ہوئے کپڑے، بچوں کے پرانے کھلونے وغیرہ دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں۔

غور کیجیے! اگر ہمارا اپنے اخراجات کے حوالے سے یہی حال ہے تو پھر واقعی رفاہی کاموں پر خرچ کرنے کے لیے رقم مہیا کرنا ناممکن ہے۔

مزا تو تب ہے کہ صحابہ کرام کی طرح خود بھوکے رہ کر بھی دوسروں کو کھلائیں پلائیں۔ خود پیوند لگے پرانے کپڑے پہن کر بھی دوسروں کو پہنائیں۔ بچوں کو عام سکولوں میں پڑھا کر ساتھ کسی دوسرے کے بچے کے تعلیمی اخراجات بھی اپنے ذمے لے لیں۔

جو ہنر خود آتا ہے اسے کوئی فیس لیے بغیر کسی ضرورت مند کے بچے کو بھی وہ ہنر سکھا دیں۔

سیر و تفریح کرنے اور گھر کا فرنیچر وغیرہ بنانے کی بجائے مہلک بیماریوں میں مبتلا مریضوں کا علاج کروائیں۔ اپنا گھر چھوٹا کر کے اور سو روپے کی ایک ٹائل لگانے کی بجائے عام سادہ فرش بنا کر وہی پیسے کسی بے گھر کو گھر بنا کر دے دیں۔

اگر ہم اپنا معیار زندگی حالیہ معیارِ زندگی سے نصف حصہ بھی نیچے لے آئیں تو ہم محسوس کریں گے کہ معاشرے اور افراد کی تمام ضرورتیں بخوبی پوری ہونا شروع ہو گئی ہیں اور اگر ہم نے گھٹے دل کے ساتھ صرف زکاۃ پر ہی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر کمانے کی اکتفا کی تو پھر اصل نیکی کو کبھی بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: اشیائے ضرورت کا اسلامی معیار مطبوعہ مشربہ علم وحکمت)

این جی اوز اور رفاہی کام

جدید سرمایہ دارانہ ملحد نظام نے تمام بلند اخلاقی اقدار کو تہس نہس کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے تمام مذاہب کا انکار کر کے بظاہر اپنے آپ کو غیر جانب دار قرار دیا تا کہ وہ پوری دنیا پر اپنی جہاں گیری کی ہوس کے پنجے گاڑ سکیں۔ اس نئے نظام کے سامنے سب سے بڑا مزاحمتی دین اسلام ہے لہٰذا انہوں نے اپنے طور پر اسلامی عقائد اور روایات کو جڑوں سے اکھیڑنے کے لیے اپنی تمام شاطرانہ دماغی، مالی اور جسمانی صلاحیتیں لگا دی ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے انسان دوستی کا تصور عام کیا اور کہا کہ سب سے بڑی نیکی انسانیت کی خدمت، خدمتِ خلق یا رفاہی کام ہیں۔

ان لوگوں نے اپنے آپ کو اخلاقی و مذہبی پابندیوں سے آزاد کرنے کے لیے ایسے قوانین بنائے جن کی رو سے کسی فرد پر کسی دوسرے فرد کے کوئی قانونی حق عائد نہیں ہوتے اور اب عملاً ان لوگوں کے ہاں اولاد کے ماں باپ پر اور ماں باپ کے اولاد پر...... شوہر کے بیوی پر اور بیوی پر شوہر کے...... بہن کے بھائی پر اور بھائی پر بہن کے...... پھوپھی چچا کے بھتیجے بھتیجیوں پر اور بھتیجے بھتیجیوں کے چچا پھوپھی پر...... خالہ ماموں کے بھانجے بھانجیوں پر اور بھانجے بھانجیوں کے خالہ ماموں پر ...... دادا دادی کے پوتے پوتیوں پر اور پوتے پوتیوں پر دادا دادی کے...... نانی

نانا کے نواسے نواسیوں پر اور نواسے نواسیوں کے نانا نانی پر ...... غرض کسی بھی رشتے کے حقوق تسلیم نہیں کیے جاتے۔

چوں کہ ملحد نظریات رکھنے والے یا ان کے زیر اثر لوگوں میں فرداً فرداً اپنے فرائض کو ادا کر کے اپنے رشتہ داروں کا بوجھ اٹھانا کوئی معنی نہیں رکھتا، نتیجہ یہ کہ دنیا کے تمام مالی لحاظ سے کمزور جسمانی لحاظ سے معذور، عمر کے لحاظ سے کم سن اور بوڑھے، یا آفات میں مبتلا ہو جانے والے لوگ تنہا رہ گئے۔ انسان فطرتاً رحم دل ہے بہت سے لوگ ایسے تھے جنہیں ایسے کمزور اور معذور لوگوں پر ترس آتا لہٰذا انہوں نے تنظیمیں بنا کر ایسے لوگوں کی خدمت کا بیڑا اٹھایا جو آہستہ آہستہ معاشرے میں ایک معروف کام کے طور پر مشہور ہو گیا، اور پھر دیکھا دیکھی انسانی خدمت کے جذبے کا تصور چھا گیا یا اسے بالا رادہ عام کر دیا گیا تا کہ لوگ انسانیت کے نام پر پیسہ، وقت اور محنت بھی صرف کریں اور ایمان کی دولت سے خالی ہاتھ ہونے کی وجہ سے انہیں اجر وثواب بھی نہ ملے۔

خود غرضی کی انتہا:

ملحد لوگوں کا یہ یقین ہی نہیں کہ انہوں نے دوبارہ جی کر اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے لہٰذا انہوں نے دنیا کی تمام عیش وعشرت اور رنگ رلیوں کو جواز دینے کے لیے مذہبی پابندیوں سے آزاد کرا لیا۔ پیسہ کمانے اور اس سے ہر طرح کی سہولت

اور عیش کوشی کو بڑھانے کو لیے یہ لوگ مسلسل تجربات اور اس کے بعد مختلف ایجادات بڑھاتے چلے جارہے ہیں۔

چنانچہ ان کا اپنا انسان دوستی کا نظریہ بھی جسمانی ونفسانی لذتوں کے بوجھ تلے دب کررہ گیا۔ صنعتی انقلاب نے انسان کو خود غرضی، بخل، لالچ، بے حسی، سخت دلی اور بے رحمی جیسی قبیح اخلاقی بیماریوں میں مبتلا کردیا۔ لہٰذا دوسروں کے لیے ایثار، ہمدردی، خیر خواہی، مالی معاونت، اور ہاتھ بٹانے جیسی اعلیٰ اخلاقی اقدار دم توڑنے لگیں۔ صنعتی انقلاب نے ہر شخص کو پیسہ بنانے کی مشین بنادیا۔

اب ہر ٹوٹی پھوٹی نکمی چیز سے لے کر بڑی بڑی خام اشیاء اور اجناس وغیرہ صنعت کار خرید لیتے اور ان سے جدید مصنوعات تیار کر کے انہیں مہنگے داموں بازار میں فروخت کرتے ہیں، نتیجہ یہ کہ ہر آدمی سوچتا ہے کہ کیوں نہ وہ کسی کی بے لوث ضرورت پوری کرنے کی بجائے اپنے پاس موجود چیز کو بیچ کر کچھ رقم حاصل کر لے۔

پہلے لوگ دودھ بیچنا ناپسند کیا کرتے تھے لہٰذا وہ سوچتے کہ خود دو کلو دودھ پینے کی بجائے اگر وہ ایک کلو دوسرے بہن بھائی کو دے دیتے ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اب آدمی سوچتا ہے کہ کیوں نہ وہ دودھ پچاس روپے فی کلو بیچ کر رقم حاصل کر لے۔

لوگ یا تو قیمت طے کر کے باہم چیزوں کا تبادلہ کر لیا کرتے تھے یا پھر وہ اپنے پاس موجود چیز دوسروں کو دے دیتے اور ضرورت پڑنے پر دوسرا اپنے پاس موجود چیزوں کو خوش دلی سے دے دیتا لیکن جب کرنسی اور سکے عام ہو گئے تو لوگوں نے وہی چیزیں ایک دوسرے کو فروخت کر کے بدلے میں کرنسی وصول کرنا شروع کر دی۔

کوئی بھی ہنر مند دوسروں کے بچوں کو اپنے ساتھ کچھ عرصہ رکھ کر اسے وہ ہنر سکھا دیتا یوں بغیر کسی مالی بوجھ کے ایک شخص کمانے کے قابل ہو جاتا لیکن پیشہ وارانہ تعلیمی اداروں نے بڑی بڑی فیسوں کے عوض ہنر سکھانے کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا، نتیجہ یہ کہ اب ہر آدمی مجبور ہے کہ بچوں کو فیس ادا کر کے ہنر سکھائے ورنہ وہ کسی سے ہنر سیکھ کر بھی بے ہنر ہی کہلائے گا کیوں کہ اس کے پاس ڈپلومہ نہیں ہوگا۔ نیز ہنر مند سوچتا ہے کہ کیوں نہ وہ ہنر سکھانے کی فیس وصول کرے تا کہ مزید آمدن کی کچھ صورت نکل آئے۔

پڑھے لکھے لوگ رضا کارانہ دوسروں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیتے تھے لیکن اب جگہ جگہ اکیڈمیوں اور ٹیوشن سنٹروں نے ہر ایک کو ٹیوشن پڑھا کر فیس لینے کا چسکا لگا دیا ہے۔

پہلے لوگ معذوروں، بیماروں، بوڑھوں وغیرہ کی خدمت کے لیے خاصا وقت

صرف کرتے اور اس میں خوشی بھی محسوس کیا کرتے تھے لیکن اب مرد ہمہ تن کمانے میں مشغول ہیں، عورتیں گھر داری، کھانے پکانے، شادیاں اور تقریبات بھگتانے کے لمبے چوڑے چکروں میں پھنس چکی ہیں، لڑکے لڑکیاں دن رات بظاہر پڑھائی میں اور ساتھ فضول وقت گزاری میں لگے ہوئے ہیں، نتیجہ یہ کہ اب ایسے تمام لوگوں کے لیے یا تو ملازم رکھنے پڑتے ہیں، یا پھر اولڈ ہوم وغیرہ میں ان کو بھیج دیا جاتا ہے۔یا ان لوگوں کو ایک ناروا بوجھ سمجھ کر گھر کے کسی کونے تک محدود کر دیا جاتا ہے۔

جو شخص بازار یا دکان سے اپنی کوئی چیز لینے جاتا ساتھ پورے محلے کی خریداری بھی کر لاتا اور اس میں وہ راحت محسوس کرتا۔اب ایجنٹوں اور دلالوں کی وجہ سے ہر شخص میں یہ لالچ پیدا ہو گیا ہے کہ کیوں نہ وہ بازار سے چیز لا کر دینے کی کمیشن وصول کر لے۔

پہلے لوگوں کے گھروں میں استعمال کی چیزیں نہ تو سیٹ کی صورت میں ہوتی تھیں اور نہ ہی وہ مہنگی ہوتی تھیں۔لوگوں کا خیال تھا کہ ان کی اپنے استعمال کی چیز صرف ان کے لیے نہیں بلکہ تمام گاؤں یا اہل محلہ کے لیے ہے اس لیے اس چیز سے سبھی بلا جھجک فائدہ اٹھا لیتے۔جدید سرمایہ دارانہ نظام نے ہر چیز کی میچنگ اور سیٹ کا تصور عام کیا، جیسے ٹی سیٹ، واٹر سیٹ، بیڈ سیٹ، تھری پیس سوٹ، وغیرہ

نتیجہ یہ ہوا کہ اب کوئی بھی کسی کو استعمال کے لیے یہ چیزیں نہیں دیتا مبادا ٹوٹ جائیں، خراب ہو جائیں یا گم جائیں یا جلد گھس کر ان کی آب و تاب ختم نہ ہو جائے۔

لوگوں کے پاس سواری کے لیے اونٹ، گھوڑا، گدھا، چھکڑا وغیرہ ہوتے تھے، خال خال لوگوں کے پاس بائیسکل ہوتی۔ لوگ ہنسی خوشی اپنی سواری دوسروں کو دے دیتے کیوں کہ اس کے ٹوٹنے پھوٹنے، کوئی پرزہ گھسنے یا کسی سے رگڑ کھا کر اس کا رنگ و روغن اترنے، حادثے کی صورت اس کے ضائع یا بے کار ہو جانے، یا چوری ہو جانے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا تھا لیکن اب موٹر سائیکل، کار وغیرہ دوسروں کو دیتے ہوئے یہ تمام خطرات لاحق ہوتے ہیں، اس لیے اب نہ کوئی کسی سے سواری مانگتا ہے اور نہ کوئی دیتا ہے، غریب ہو یا امیر ضرورت پڑنے پر سواری کرائے پر حاصل کر کے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔

عورتیں بھی شانہ بشانہ:

جدید دین بیزار یورپی معاشرے نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی لا کھڑا کیا اور یہ شور مچا دیا کہ مرد اور عورت میں معاشرتی لحاظ سے کوئی فرق نہیں لہٰذا دونوں پر انسانی خدمت کی یکساں ذمہ داری ڈالنی چاہیے نیز دونوں کے حقوق اور فرائض ایک ہیں۔ نتیجہ یہ کہ عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے شوق میں ہر

میدان میں اتر پڑیں۔ رفاہی کاموں میں بھی عورتوں نے خوب ہاتھ مارا اور اب مردوں سے زیادہ عورتوں کی این جی اوز کام کر رہی ہیں مغرب یا جدید معاشرے عورتوں کو مردوں سے زیادہ (بے حیائی کے کاموں میں) مراعات دے رہے ہیں۔

اسلام میں خواتین مردوں سے زیادہ صدقہ وخیرات کرتی رہی ہیں اور انہوں نے بہت زیادہ مدارس، شفا خانے، نہریں، سرائے، پل، مساجد، کتب خانے، بے سہارا اور اپاہج لوگوں کے لیے طعام خانے بنوائے۔

ان تمام خدمات کے باوجود کبھی بھی خواتینِ اسلام نے گھر سے باہر نکل کر نہ تو دینی کام کیے نہ رفاہی کام کیے۔ مثلاً چندہ اکٹھا کرنا، گھر گھر جا کر لوگوں کو کسی نیک کام کی ترغیب دینا، ہنگامی آفات کے موقع پر مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنا۔

دراصل مغرب کے مردوں نے عورتوں کو مساوات کا جھانسا دے کر اس لیے گھر سے نکال کہ جس عورت سے جی چاہے اور جہاں جی چاہے دل بہلا سکیں۔

نفسانی خواہشات پر خدمتِ خلق کا غلاف:

جدید ملحدانہ نظام نے اباحیت پرستی اور بے حیائی کو اپنی پہچان کے طور پر اپنے گلے کا پھندا بنایا اور ساتھ لوگوں کی خدمت اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کو تمام نیک اعمال پر فوقیت دے دی، بات صرف دکھی لوگوں کی خدمت یا

حاجت برآری تک ہی نہ رہی بلکہ ساتھ ساتھ لوگوں کے دل خوش کرنا، انہیں حیا باختگی پر مبنی تفریح مہیا کرنا، انہیں نفسانی اور جنسی لذتیت کے مواقع اور سامان مہیا کرنا بھی خدمتِ خلق کا حصہ باور کرایا گیا۔ چنانچہ بیماروں اور آفت زدہ لوگوں کے لیے ٹی وی، انٹرنیٹ، کمپیوٹر گیمز، گندی فلمیں، غرض رنگا رنگ حرام کاری کو سوچی سمجھی سازش کے تحت عام کیا گیا، اب جس قدر زلزلے، بیماریاں، افات عام آتی ہیں اس قدر فیشن شو، جشنِ بہاراں، مقابلہِ حسن، فلمی میلے، کھیلوں کا انعقاد وغیرہ کا اہتمام زیادہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس طرح لوگوں کی ٹینشن (ذہنی دباؤ) کم کیا جا رہا اور ان کا دل بہلایا جا رہا ہے تاکہ وہ اپنے دکھ کو زیادہ محسوس نہ کریں۔ اس خیال کا نتیجہ یہ نکلا کہ گانے بجانے والے، مساج سینٹروں کا کام کرنے والے، شراب پینے پلانے والے، سفر میں، دکانوں میں شاپنگ پلازاؤں، تقریبات، ہسپتالوں اور دفتروں میں خوب رو لڑکیوں کو مہمانوں کے دل بہلاوے کے لیے ملازم رکھنے والے، عصمت فروشی کا دھندا کرنے والے، بے لباسی سے لطف اندوز ہونے والے، جنسی مناظر کی لفظوں اور تصویروں میں عکاسی کرنے والے، بلیو پرنٹ والی فلمیں کیسٹیں اور سی ڈیز تیار کرنے اور عوام تک پہنچانے والے، ہر اچھی بری چیز کے ساتھ اپنے بدن کے ننگے پوز بنا کر اس کی تشہیر کے ساتھ نتھی کرنے والے، جوا اور لاٹریوں سے دل بہلانے والے، کتوں بلیوں کو

ساتھ سلانے اور ان سے نکاح رچانے والے، نمائشِ حسن میں حصہ لینے والے اور اسے منعقد کرنے والے، ایک ہی تالاب میں مختصر لباس یا بے لباسی کے ساتھ مرد و عورت مل کر تیراکی کرنے والے، سور، کتے اور مینڈک وغیرہ کا گوشت کھانے والے، ماں بہن کی تمیز کے بغیر ہر عورت کو دل بہلانے کا سامان سمجھنے والے، سودی کاروبار کرنے والے، مخلوط تعلیمی اداروں میں فحاشی اور جنسی انارکی کو ہوا دینے والا نصاب مرتب کرنے والے اور ان میں پڑھانے والے، انبیائے کرام کا استہزاء کرنے والے، ان مقدس ہستیوں کے خاکے بنانے والے، انہیں عیش پرست دکھانے کے لیے افسانے تراشنے والے اور ایسے بدذاتوں کو اپنے ہاں پناہ دینے کے ساتھ انعامات سے ان کو ملے شیرا کرنے والے............سب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ملک، قوم اور انسانیت کی خدمت کرتے ہیں حالانکہ شرعاً بھی یہ ملک وقوم کی خدمت نہیں بلکہ اللہ کے حرام کردہ امور کو عام کرنے اور پھر اس پر فخر کرنے اور اس کو نیکی باور کرنے کرانے کا گستاخانہ فعل ہے جب کہ اخلاقاً بھی یہ تمام کام پوری دنیا میں بے حیائی کو پھیلانے والے اور منکرات و گناہ کو عام کرنے والے ہیں۔ یہ وہ کام ہیں جن سے ہر سلیم الفطرت آدمی گھن کھاتا اور دور بھاگتا ہے۔ این جی اوز یا انسان دوستی کے نظریات پھیلانے والے ملحد لوگوں کا یہ پروپیگنڈا اس قدر عام ہو چکا ہے کہ ہمارے اپنے ملک میں اکثر مقامی این جی اوز جن کے سرپرست یا بانی

بظاہر مسلمان ہیں وہ بھی رفاہی کاموں کے لیے ہر قسم کے رذیل وخبیث کام کرنے والوں کی خدمات حاصل کر کے چندہ اکٹھا کرتے ہیں۔ مثلاً گلوکار ابرار الحق کی سہارا ٹرسٹ، اداکار میرا کی شفقت ٹرسٹ، گلوکار جواد احمد کی تنظیم ایجوکیشن فار آل، گلوکار شہزاد رائے کی شیلر، اداکار محمد علی کی علی زیب فاؤنڈیشن، شریف نیر کی ماں، شوکت خانم ہسپتال، ایدھی سنٹر، بہبودِ آبادی فاؤنڈیشن، آغا خان فاؤنڈیشن، عورت فاؤنڈیشن، دستک دوسری تمام ملحد اور بے دین تنظیمیں غیر ملکی این جی اوز کی تقلید میں وہی کچھ کر رہی ہیں۔

غور کیجیے! کیا ہمارے یہاں ہر میراثی یہ نہیں کہتا کہ وہ اپنے پیشے کو عبادت سمجھتا ہے؟ کیا ماڈل گرلز اور طوائفیں یہ نہیں کہتیں کہ وہ اپنے پیشے کے ذریعے دکھی انسانیت کی خدمت کرتی ہیں؟

قرآنِ حکیم نے ہر بے حیائی کو حرام قرار دیا اور فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الانعام: ۱۵۱)

"بے حیائی کے قریب بھی مت پھٹکو وہ ظاہر ہو چاہے چھپی ہوئی۔"

اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (النور: ۱۹)

”جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

کرم سے بڑھ کر ستم ہے تیرا:

اہلِ یورپ، ملحد، سرمادارانہ ذہنیت، اشتراکیت، ہپی ازم یہ سب نیکی اور معقولیت کی دولت سے بالکل خالی ہاتھ ہو چکے ہیں۔ اخلاقی اقدار کا دیوالیہ نکل چکا ہے۔ اب ان کے نظریات و افکار کے تھیلے میں سوائے خدمتِ خلق کے ٹوٹے پھوٹے اور اپنی ہیئت کذائی کا خود مذاق اڑاتے دعوے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں لہٰذا وہ بار بار رفاہی امور اور انسانیت کی بھلائی کا نام لے لے کر پوری دنیا کی مشکلات میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ان کی ہر ایجاد گناہوں، مصیبتوں اور بے حیائی کا ایک بھاری انبار ساتھ لے کر آتی ہے۔

ان کی دریافت کردہ بیماریوں کے علاج دسیوں مہلک بیماریوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے وارد ہوتے ہیں۔

ان کا ہر نیا بین الاقوامی قانون پس ماندہ ممالک کو اپنی غلامی کے شکنجے میں جکڑنے کا پھندا لے کر منظرِ عام پر آتا ہے۔

پس ماندہ ممالک کے لیے ان کے امدادی ڈالروں میں ان ملکوں کی رہی سہی اقدار کو بھی خود غرضی کی بھینٹ چڑھا دینے کا زہر چھپا ہوتا ہے۔

وہ اپنی نام نہاد انسان دوستی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لیے عام شہریوں کو بھی یہ ترغیب وتلقین کرتے ہیں کہ وہ ہر انسان سے محبت کریں اور ضرورت کے وقت اس کی مدد کریں۔ اس موضوع پر انہوں نے بچوں کے لیے بڑا دل کش، خوب صورت، باتصویر تحریری کام کیا، یہی خیال وہ اپنی فلموں اور کارٹونوں میں بار بار پیش کرتے ہیں۔ اس خیال کو عام کرنے کے لیے مختلف ورکشاپ منعقد کی جاتی ہیں۔ این جی اوز بنا کر رفاہی کام کرنا ان کا دل پسند مشغلہ ہے۔ اس وقت یورپی ممالک کی این جی اوز دنیا بھر کے ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں۔

این جی اوز دراصل جبر واستحصال کا ایک پرفریب جال ہے جس کے ذریعے کسی ملک میں اپنے پنجے گاڑ کر اس کے عوامی رجحانات کو اپنے حق میں ہموار کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں ۲۰۰۳ تک کے اعداد وشمار کے مطابق این جی اوز کی رجسٹرڈ تعداد 56,211 تھی۔ ان این جی اوز کے ملازمین کی تعداد تین لاکھ، ان کے رضا کاروں کی تعداد دو لاکھ ہے۔ پنجاب میں 33168، صوبہ سندھ میں 16891، صوبہ سرحد میں 3033 اور بلوچستان میں 3536 این جی اوز ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ان این جی اوز کے ارکان کی تعداد ساٹھ لاکھ ہے۔ یہ تعداد پاکستانی فوج سے دس گنا اور پولیس کی تعداد سے 20 گنا زیادہ ہے۔ (ہفت روزہ نشور۔ 16 تا 30 اپریل 2005)

دفاعی نقطۂ نظر سے غیر ملکی تنظیموں کا پاکستان کے اندر اتنا بڑا نیٹ ورک انتہائی خطرناک ہے۔ یہ لوگ پاکستان کی معیشت پر چھائے ہوئے ہیں، ساتھ ہی یہ عوامی رجحانات بنانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: این جی اوز کا حقیقی چہرہ مطبوعہ مشربہ علم وحکمت)

رفاہِ عامہ یا ستم نامہ:

بچوں کے لیے پارک، تفریح گاہیں، تعلیم گاہیں بنانا عورتوں کے لیے دستکاری مراکز قائم کرنا، عورتوں کی تعلیم اور پھر ملازمت کے لیے کوششیں کرنا، بوڑھوں کے لیے اولڈ ہومز کا قیام، سڑکوں گلیوں کا پختہ کرنا، کچی آبادیوں کو باقاعدہ کالونیوں کی صورت دینا، طبی سہولتیں عام کرنا، بچوں کو اور بڑوں کو بھی چھوٹے سے چھوٹے کام کرنے کا طریقہ سکھانے پر فخر کرنا اور اسے اہم نیکی سمجھنا، دنیا بھر میں جہاں کہیں حادثات پیش آجائیں وہاں پہنچ کر کام کرنا یہ سب پہلی نظر میں بہت دل کش بھی لگتا ہے اور نیکی کا کام بھی محسوس ہوتا ہے لیکن جب تھوڑا سا غور کیا جائے یا حقیقت کو سامنے لایا جائے تو ان ملحد بے خدا لوگوں کی یہ تمام نیکیاں ایک فریب اور ڈھکوسلے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

یہ لوگ اولڈ ہومز بنا کر معاشرے کے بوڑھوں کے لیے بظاہر بہت بڑی نیکی کرتے ہیں۔ مختلف تنظیمیں اور افراد چند منٹ کے لیے یا چند گھنٹوں کے لیے ان

کے پاس بیٹھتے ہیں، ان کے لیے کھانے پینے کا یا کسی اور چیز کا تحفہ لے جاتے ہیں لیکن ان لوگوں کا اپنا بوڑھا باپ، کپکپاتے ہاتھوں والی ماں، جھریوں سے بھرے چہرے والی پھوپھی، ان کا معذور چچا، ان کا چلنے پھرنے سے معذور دادا یا نانا غرض خاندان کے سبھی بوڑھے کسی اولڈ ہوم میں زندگی کے دن گن گن کر گزار رہے ہوتے ہیں، ان کی آنکھیں دروازے پر لگی رہتی ہیں کہ شاید ان کے بیٹے یا بیٹی کے دل کو ان کی یاد تڑپائے اور وہ انہیں ملنے کے لیے آ جائیں۔ بالآخر وہ ترس ترس کر اور سسک سسک کر ایک دن غیروں کے بے حس ہاتھوں قبر کے گڑھے میں جا اترتے ہیں۔ بوڑھوں کی یہ بے چارگی دیکھ کر ان لوگوں کو مدر ڈے اور فادر ڈے منانا پڑا تاکہ کم از کم بچے اس روز ہی والدین کو کوئی کارڈ یا پیغام بھیج دیں۔

یہ لوگ کرسمس، ایسٹر اور دیگر تہواروں پر بچوں میں کھلونے اور ٹافیاں تقسیم کرتے ہیں، بچوں کی تعلیم، خوراک، صحت، تفریح کے حوالے سے بڑی لچھے دار تقریریں کرتے ہیں۔ بچوں کے پارک، تفریح گاہوں، کھیلوں اور مختلف ورزشوں وغیرہ کے لیے بظاہر کوشش کرتے نظر آتے ہیں اور وہ بھی رضا کارانہ لیکن یہ لوگ اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی کسی چلڈرن ہوم کے سپرد کر دیتے ہیں اور خود مساج سینٹروں اور قحبہ خانوں میں عیش کرتے پھرتے ہیں۔

یہ لوگ شہروں کو صاف رکھنے، آبادی کو محدود کرنے، علاج گاہوں میں

مریضوں سے ہمدردی کرنے کو بظاہر اہمیت دیتے ہیں لیکن ان کے جسم مہینوں پانی سے نا آشنا رہتے ہیں، ہاتھ دھونے کی بجائے ٹشو پیپر سے کام لیتے ہیں، وہ پانی جو طہارت کا ذریعہ ہے اس سے یہ دور بھاگتے ہیں، نظر اس قدر گندی اور بدکار ہے کہ ہر وقت اپنے لیے شکار پھانسنے کی تاک میں رہتی ہے ان کی سڑکوں پر جسم فروشی کرنے والی عورتوں کے جھنڈ ادھر ادھر منڈلاتے رہتے ہیں۔

یہ لوگ پارکوں اور پبلک مقامات پر سگریٹ کا دھواں چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن انہی سڑکوں پر بغیر لباس کے گھومنے اور باہم چھیڑ چھاڑ کرنے کی سب کو اجازت ہے۔ لعنت اس گندی تہذیب پر اور اس کے رفاہی کاموں کی تشہیر پر۔

یہ لوگ رفاہِ عامہ کے کاموں کی آڑ میں اپنے مخالف ممالک خصوصی مسلمان ملکوں میں جنسی انارکی پھیلانے کے لیے ہر دل فریب حربہ آزما رہے ہیں۔ فروعی اختلافات کو ہوا دے کر مسلمانوں کو باہم لڑاتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے دین سے بیزار کرنے کے لیے مختلف طرح کے پُرکشش رنگوں، چیزوں اور فیشنوں کا دانہ بکھیرتے ہیں۔

کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر مسلمان ممالک کو اپنے میزائلوں کا نشانہ بناتے ہیں اور پلک جھپکنے میں بچوں، عورتوں، مزدوروں، کسانوں اور شہریوں کو ختم کر کے خوشیاں مناتے ہیں۔ میزائل گراتے اور ہنستے بستے مسلمان شہروں کو کھنڈر بناتے ہوئے ان

کے انسان دوستی کے دعوے اور امنِ عامہ کے نعرے جانے کس اندھے غار میں جا گرتے ہیں۔ یہ شیطان نما بھیڑیے شہروں کو کھنڈر بنانے کے بعد، اس کے ملبے پر خوراک کے پیکٹ گرا کر انسانی ہمدردی کا اظہار کر کے سنگین اور تکلیف دہ مذاق کرتے ہیں۔

اگر مسلمان انسانی ہمدردی یا دینی بھائی چارے کے تحت اپنے مظلوم مسلمان بہن بھائیوں کے لیے امدادی سامان لے کر جائیں تو انہیں بھی گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے، گویا رفاہِ عامہ کا وہی کام ان غنڈہ گردوں کو قبول ہے جو یہ خود کریں۔

انھی کے مطلب کے کہنے والے مسلمان:

ملحد معاشرے کے یہ بے خدا، بے حیا، بے حس اور ظالم لوگ ہمدردی کے چند بے روح الفاظ اور بے ذائقہ امداد کے چند مظاہر کے ذریعے دنیا کے تمام ملکوں کو اژدہے کی طرح نگلنے کے لیے پھنکار رہے ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ مسلمان بھی ان کے رفاہی کاموں اور این جی اوز کے مصنوعی چہروں کے غازۂ و پاوڈر سے متاثر ہو کر رفاہِ عامہ کے کاموں کو اعلائے کلمۃ اللہ پر فوقیت دینے لگے ہیں۔ کہا جاتا ہے ؎

ڈھادے مسجد، ڈھادے مندر، ڈھادے جو کچھ ڈھنیدا
اک بندیاں دا دل نہ ڈھاویں میرا رب دلاں وچ رہندا

یورپی ممالک کی این جی اوز اپنے مقابلے پر اسلامی تشخص کی حامل تنظیم کو

دہشت گرد، بنیاد پرست، تشدد پسند، دقیانوسی، قرار دے کر مسلسل ان کے خلاف پروپیگنڈا کر کے زہر اگلتی رہتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ ان مسلمان تنظیموں پر پابندی عائد کروا دیں۔ انہوں نے یہ تصور عام کیا کہ ہر نمازی، داڑھی والا، قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والا، احادیث سے راہنمائی لینے والا، والدین کی خدمت و اطاعت کو قرآنی حکم مان کر اہمیت دینے والا، خواتین کو عزت و احترام دینے والا، ستر و حجاب، اسلامی لباس اور حلیے کو اختیار کرنے والا، دینی تعلیم حاصل کرنے یا دین کی حمایت کرنے والا دہشت گرد، بے وقوف، فسادی اور جاہل ہوتا ہے۔

عام مسلمان بھی انہی کی زبان استعمال کر رہے ہیں اور اپنے ہی متقی و دین دار بھائی بہن کو طعن و تشنیع اور مذاق کا نشانہ بنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہ نام نہاد مسلمان کسی داڑھی والے، ستر و حجاب کی پابندی کرنے والے، دین کا نام لینے والے مسلمان کے ساتھ نہ سفر کرنا پسند کرتے ہیں اور نہ دوستی کرنا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور نہ ہی اپنی تقریبات میں انہیں شریک کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ اپنی ہی ماں بہن، بیٹے، باپ کو صرف اس لیے اپنی گاڑی میں نہیں بٹھاتے ہیں کہ ان کا حلیہ نبی اکرم ﷺ کے حلیے کے مطابق ہے۔

یہ لوگ بے عمل، بے دین مسلمان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور کہتے ہیں، فلاں نمازی نہیں، قرآن نہیں پڑھتا تو کیا ہوا اس سے کوئی

فرق نہیں پڑتا، وہ لوگوں کی خدمت کرتا ہے، خوش اخلاق ہے، فلاں حادثے کے وقت اس نے بہت کام کیا تھا۔ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مخلص اہلِ ایمان کا مذاق اڑانے والوں کو بے وقوف کہا ہے:

اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَاءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ. (البقرہ:۱۳)

''خبردار وہی بے وقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔''

شاید انہیں یہ علم نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے بندے (مسلمان) اور کافر کے درمیان خطِ امتیاز نماز ہی کو قرار دیا ہے۔ شاید وہ یہ جاننا ہی نہیں چاہتے کہ انسان جس شخص کا حلیہ اختیار کرتا ہے وہ اسی کے پیچھے چلنے والا اور اسی کو پسند کرنے والا شمار ہوتا ہے۔

جو قرآن و حدیث کی تعلیم نہ حاصل کرتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے نہ اس کو ترجیح دیتا ہے وہ دنیا کا بدترین جاہل آدمی ہے۔

تھوڑا کام زیادہ نام:

اسلام فرض عبادات کے علاوہ ہر نیک عمل کے متعلق یہ پسند کرتا ہے کہ اسے چھپا کر کیا جائے، اس کی تشہیر نہ کی جائے، اس پر تعریف نہ کروائی جائے، جس شخص کے ساتھ نیکی کی ہے اسے بھی حتی الامکان پتا نہ چلنے دیا جائے اور اگر پتا چل بھی

جائے تو اسے یہ احساس نہ دلایا جائے کہ یہ نیکی میں نے تمہارے ساتھ کی ہے۔

قرآن حکیم میں فرمان ہے:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَ إِنْ تُخْفُوهَا وَ تُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. (البقرہ: ۲۷۱)

''اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو اچھا ہے اور اگر پوشیدہ دو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو تم سے دور کر دے گا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روزِ قیامت جب کوئی سایہ نہیں ہوگا اس وقت سات لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے تلے پناہ دے گا۔ جن میں سے آپ نے ایک وہ شخص بتایا جس نے دائیں ہاتھ سے صدقہ دیا تو اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا۔ (بخاری: ۱۴۲۳، ٦٦٠)

دراصل جس شخص سے اپنی کارکردگی، محنت یا مزدوری کا صلہ یا اجرت لینی ہو اس کے علم میں لانا ضروری ہے کہ محنت یا مزدوری کیسی کی، پوری کی یا ادھوری؟ امانت داری سے کام کیا یا نہیں؟ کارکردگی اچھی رہی یا بری؟ چوں کہ مسلمان نے اجر صرف اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ سے لینا ہوتا ہے اس لیے وہ اہلِ دنیا سے اپنا کام

چھپاتا ہے، اسے یہ خدشہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے علم میں آ جانے کے بعد لوگ اس کے نیک کام پر اس کی تعریف کریں گے اور اس تعریف کو سننے کے بعد شاید نفس اس غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ وہ بہت نیک ہے یا لوگوں کا تعریف کرنا ہی اس کے نیک کام کا صلہ نہ بن جائے لہٰذا وہ اپنی تمام نیکیاں صرف اللہ کے لیے کرتا ہے اور اللہ تو علیم وخبیر ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار لوجہ اللہ عمل کرنے کی تلقین وترغیب موجود ہے۔ خود صحابہ کرام کا عالم یہ تھا کہ انتہائی راز داری کے ساتھ نیک عمل بجا لاتے۔

وہ مجاہد جس نے فتحِ ایران کے موقع پر کسریٰ کا انتہائی قیمتی اور وزنی تاج رات کی تاریکی میں خاموشی سے اپنی چادر میں چھپا کر اپنے امیر کے خیمے میں رکھ دیا تھا، جب امیر نے پوچھا کہ اللہ کے بندے اپنا نام تو بتاتے جاؤ تو اس اللہ کے بندے نے کہا، جس کے لیے میں نے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام جانتا ہے۔

غیر ملکی این جی اوز کے کرتا دھرتا، چونکہ آخرت والے دن اللہ سے اجر وصول کرنے پر ایمان نہیں رکھتے، وہ صرف دنیا میں نیک کہلانے کے لیے رفاہِ عامہ کے کام کرتے ہیں اس لیے وہ اپنے کام کی تشہیر بھی خوب کرتے ہیں۔ اپنی رفاہی تنظیم کا منفرد نام رکھنا، اس کے لیے بہترین عمارت دفتر کے طور پر استعمال کرنا، خوب صورت اور مہنگے لیٹر پیڈ چھپوانا، کمرے کا فرنیچر، اسٹیشنری اور پھر مہنگی مہنگی دعوتوں کا

اہتمام کرنا، بہترین گاڑیاں استعمال کرنا، تشہیر کے لیے تصاویر اور مووی بنانا، اپنے کام کے اعداد و شمار لکھ کر ان کی رپورٹ تیار کر کے شائع کروانا، غرض اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ اس کو عام کرنے اور دکھانے کے لیے اس پر خرچ بھی آتا ہے اور بیسیوں لوگوں کو محنت بھی کرنا پڑتی ہے۔

دنیا میں جتنا زیادہ صحابہ کرام نے لوگوں کی رفاہ و بہبود کے لیے کام کیا ہے دنیا کے تمام لوگوں کا سارا کام مل کر بھی اس کا مقابلہ اور برابری نہیں کر سکتا لیکن نہ تو انہوں نے کبھی کسی ذمہ دار کو ان کاموں کو رپورٹ دی، نہ کبھی تشہیر کی، نہ اس کے اعداد و شمار کے لیے کوئی رجسٹر بنائے۔ اب این جی اوز کی دیکھا دیکھی مسلمان تنظیموں میں بھی یہ رواج عام ہو گیا ہے کہ وہ کام شروع کرنے سے پہلے دفتر بناتی ہیں، اسے ضروری چیزوں سے آراستہ کرتے ہیں یا کوئی ادارہ قائم کرنا ہو تو اس کی پہلے عمارت بناتے ہیں پھر اصل کام شروع کیا جاتا ہے۔ اعداد و شمار اور رپورٹ مرتب کرنے کے لیے باقاعدہ سیکرٹری یا کلرک ملازم رکھے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ بہت زیادہ پیسہ، وقت اور افرادی قوت ان رپورٹوں کے تیار کرنے اور ان کی تشہیر کرنے ہی پر صرف ہو جاتا ہے۔ دورِ حاضر میں کوئی بھی تنظیم جتنے فنڈز اکٹھے کرتی ہے ان کا بلا مبالغہ دو تہائی حصہ صرف کاغذی کارروائی، تشہیر، دعوتوں اور میٹنگوں پر خرچ کر دیتی ہے۔ جب کہ عمارت اور دفتر پر اٹھنے والے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ دورِ حاضر میں جس تنظیم یا ادارے کے دفاتر، عمارات، معلوماتی کارڈز، دفتر

کا فرنیچر، باوردی عملہ، گاڑیاں غرض ہر چیز جتنی زیادہ خوب صورت، اور منفرد ہوتی ہے اتنا اس کی تشہیر بھی زیادہ ہوتی ہے اور لوگوں پر اس کے کام کا رعب بھی پڑتا ہے۔ عوام ادارے یا تنظیم کو جو رقم عوامی خدمت کے لیے دیتے ہیں اس کا کثیر حصہ انھی چیزوں پر خرچ کر دیا جاتا ہے حالاں کہ شرعاً کسی نیکی کے کرنے کے لیے ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام نے تو خلیفہ ہاؤس یا گورنر ہاؤس تک نہیں بنایا کسی درخت کے سائے میں یا مسجد میں بیٹھ کر اپنے حکومتی، عدالتی، عسکری اور رفاہی امور سرانجام دیتے۔ خلیفہ دوم عمر رضی اللہ عنہ کو جب سفیر ملنے آئے تو ان کو بتایا گیا کہ خلیفہ صدقے کے جانوروں کو دیکھنے جنگل میں گئے ہوئے ہیں۔ سفیر جنگل میں پہنچے تو خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک درخت کے نیچے صرف تہ بند باندھے مٹی پر لیٹے سو رہے تھے، درخت کا سایہ ان کے اوپر سے ہٹ چکا تھا، دھوپ کی شدت سے پسینہ بہہ بہہ کر نیچے مٹی میں جذب ہو رہا تھا۔ سفیر اس حالت میں جب آپ کے پاس آئے تو وہ خوف سے کانپنے لگے۔ ان کے کانپنے کی وجہ کیا تھی؟ صرف عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد اور دنیا سے اس قدر بے رغبتی۔

غیر ملکی رفاہی تنظیموں نے مسلمانوں سے وہ اخلاص، دیانت اور للّٰہیت چھین لی اور ان کے اندر بھی دفاتر و عمارات اور اپنے کام کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا نشہ لگا دیا۔

رب کریم نے مسلمانوں کو نیکی کرنے کا انتہائی سادہ انداز سکھایا ہے کہ وہ نیکی

کرے اور ساتھ ہی بھول جائے کہ میں نے فلاں آدمی کی فلاں ضرورت پوری کی ہے، کیوں کہ اس نے جس اللہ کے لیے اس شخص کی ضرورت پوری کی ہے اس اللہ نے اپنے بندے کے ساتھ دو امانت دار، بلاتنخواہ، غیر محسوس، غیر مرئی، نظر نہ آنے والے کاتب اس کے ساتھ ساتھ لگا دیے ہیں جو اس کے ہر اچھے اور برے عمل کی کتاب تیار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتنا رحیم ہے کہ اس نے بندے کو مکلّف نہیں بنایا کہ وہ اپنے اعمال کا ریکارڈ بھی تیار کرے بلکہ یہ کام اس نے اپنے فرشتوں کے سپرد کیا ہے۔

جو شخص اپنی کارکردگی کا ریکارڈ خود تیار کرتا ہے وہ کبھی بھی دیانت داری سے اپنا ریکارڈ تیار نہیں کرتا، بلکہ اس کی کارکردگی اتنی اچھی نہیں ہوتی جتنی وہ تعارفی کتابچوں میں پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنے مومن بندوں کو ان کی رپورٹ ان کے دائیں ہاتھ میں دے کر ان کی تمام نیکیاں انہیں دکھادے گا جنہیں یہ اللہ کا بندہ بھول چکا تھا۔ اس وقت ان کی خوشی کی حالت کے کیا کہنے! اس کی خوشی کی حالت کچھ ایسی ہوگی جیسے ایک شخص کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو، نہ راستہ ملے نہ پانی ہو نہ کچھ کھانے کے لیے، وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے لیکن اچانک زمین سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلے اور اس کے پاس رنگا رنگ کھانوں کے دستر خوان اس کے سامنے بچھ جائیں۔

اللہ تعالیٰ صرف مومن ہی کا نہیں ہر آدمی کا ریکارڈ تیار کر رہا ہے لہٰذا کافروں کی

تمام کوششیں اور کام بھی ان کے سامنے لائے جائیں گے۔ مگر ان کے یہ تمام کام راکھ کے ڈھیر کی صورت ہوا میں اڑا دیئے جائیں گے کیوں کہ انہوں نے یہ سب کام اللہ کے لیے نہیں دنیا کے لیے کیے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم نے رسولوں کے کہنے کے مطابق اپنی زندگی گزاری ہوتی۔ جب کہ گنہگار مومن کا ریکارڈ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس میں اس کے گناہ کے کاموں کی تفصیل لکھی ہوگی۔ وہ یہ سب دیکھ کر حسرت کرے گا کہ کاش اس نے دنیا میں یہ گناہ نہ کیے ہوتے۔

اس موضوع سے متعلقہ ہمارے مزید کتابچے

- ☆ زکاۃ کے حق دار کون
- ☆ صدقہ کیوں اور کسے دیں
- ☆ چندہ (فنڈ)
- ☆ ایمان کی ادنیٰ شاخ
- ☆ گداگری
- ☆ فطرانہ
- ☆ اشیائے ضرورت کا اسلامی معیار

ہماری مطبوعات

مدحِ مزمل (مجلد)
مضامینِ مسعود
مدینہ منورہ اسماء اور فضائل
شہادت گہِ الفت میں
لواء الجہاد (مجلد)
وسیع الصفات اللہ (مجلد)
مخلوط تعلیم
لاشوں پر رقص (مجلد)
غیر مسلموں کی مصنوعات اور ہم
صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار
حدود کی حکمت، نفاذ، قتلِ غیرت
علیم وخبیر کے نام خطوط
خطوطِ مسعود (اول)
خطوط مریم
میرا مطالعہ
گداگری
بدعت کیا ہے؟
زندہ کا مردہ کے لیے ہدیہ اور قرآن خوانی
پتنگ بازی موسمی تہوار یا؟
رجب کے کونڈے، شبِ معراج
شب برات
ویلنٹائن ڈے
اپریل فول
عید میلاد النبی
مبارک باد کے آداب
سالگرہ
آتش بازی اور لائٹنگ
استخارہ کیوں اور کیسے؟
ماہ ذوالحجہ کے فضائل
لفظ اللہ کا ترجمہ خدا کیوں؟
کافروں کے تہواروں پر ہمارا طرزِ عمل

عورت اور گھر میں دعوتِ دین
مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل
خطوطِ مسعود
محرم مرد اور ان کی ذمہ داریاں
بدنی طہارت کے مسائل
نیا چاند اور ہماری روایات
روزوں کے مسائل
فطرانہ
سحری افطاری اور افطاریاں
چاند رات
اعتکاف اور خواتین
مبارک باد کے آداب
عید کارڈ
حروف کے درمیان مقابلہ بیت بازی
پیارے نبیؐ کے ردیف صحابہ (ساتھ سوار ہونے والے)
رحمۃ للعالمین کی جانوروں پر شفقت
پورا تول
وہ چاول تھے
تاج پوشی
دوخط
اور شطونگڑا ہار گیا
اوں ھوں
بچے اور کھیل
شہادتین (توحید ورسالت)
شاہی قبا
حدیثِ نبوی کے چند محافظ
ننھے حارث کا خواب
ننی منی سوچیں
ننی منی سوچیں
ممتا کے بول
شاخِ گل
آہا نکلا چاند

مشربہ علم و حکمت
0321-4609092